بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اِن دنوں چار صفحے کا ایک پمفلٹ عقائدِ جماعت بریلویہ رضویہ بڑی تعداد میں ملک بھر میں تقسیم کیا جارہا ہے جس میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے علمائے اہلسنّت پر کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ اِشتعال انگیز کارروائی عین اس وقت کی جارہی ہے جبکہ داخلی اور خارجی سازشوں کے ذریعے ملکِ پاک کے امن وسکون کو درہم برہم کرنے کی مذموم کوششیں جاری ہیں۔ اس قسم کے لٹریچر سے امن وامان کی صورتِ حال بحال کرنے میں قطعاً مدد نہیں مل سکتی اور نہ ہی اِسے ملکی سلامتی کیلئے نیک فال قرار دیا جاسکتا ہے۔ بعض اربابِ علم ودانش کے نزدیک اس قسم کے بیہودہ پروپیگنڈے کو نظر انداز کردینا چاہئے جبکہ بعض احباب کی رائے یہ ہے کہ حقیقتِ حال کا اِظہار ضروری ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ آئندہ سطور میں مختصر طور پر اِن اِتہامات کے چہرے سے نقاب ہٹایا جاتا ہے۔

۱ ...... ایک حدیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تیس دجّال پیدا ہوں گے جن میں سے المسیلمہ، العنسی اور المختار ہیں۔ ادھر (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کا ایک نام المختار ہے۔ ہم رضاخانیوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتادیں کہ ان کے نزدیک اِس حدیث میں المختار سے مراد کون ہے؟ (پمفلٹ)

☆ تعجب ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک غیب کا علم نہ کسی نبی کو دیا گیا اور نہ ولی کو...... (دیکھئے تقویۃ الایمان) انہیں یہ حدیث پیش کرتے ہوئے یہ بھی احساس نہ ہوا کہ یہ حدیث تو ہمارے عقیدے ہی کے خلاف ہے، اِس میں تو آنے والے غیب کی خبر دی گئی ہے۔

☆ کیا اِس سے پہلے کسی محدث یا دیوبندی عالم نے یہ بیان کیا ہے کہ المختار سے مراد امام احمد رضا بریلوی ہیں اور اگر نہیں تو آپ کو دین میں یہ نئی بدعت نکالنے کی کس نے اجازت دی ہے؟

☆ قیامت سے پہلے دجّالوں کے ظہور کے بارے میں امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کلھم یزعم انہ نبی ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ امام داوٗد، امام ترمذی اور امام ابنِ حبّان کی رِوایت میں ہے کہ اِن میں سے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ المختار سے مراد امام احمد رضا بریلوی لینے والے بھی جانتے ہیں کہ امام اہلسنّت کا برق بار قلم ہمیشہ ان لوگوں کے تعاقب میں رہا جو قصرِ نبوت میں نقب لگانا چاہتے تھے جیسے مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کے متبعین، یا وہ ختمِ نبوت کا ایسا معنیٰ بیان کرتے تھے جس کے اعتبار سے کسی نئے نبی کے آنے سے ختمِ نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی، بانئ دارالعلوم دیوبندی لکھتے ہیں...... بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۳۴)

لہٰذا کہنے دیجئے کہ امام احمد رضا کو دجّال المختار کا مصداق قرار دینا حدیثِ پاک کی کھلی ہوئی تحریف ہے۔

یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ایک عقیدت مند پہلے خواب میں اور پھر بیداری میں لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ اَشْرَف علی رسول اللّٰہ پڑھتا ہے اور درود شریف اس طرح پڑھتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلٰنَا اَشْرَف عَلِیٍّ۔ اس نے اپنے مکتوب میں لکھا کہ زبان میرے قابو میں نہیں ہے، بجائے اِس کے کہ جواب میں اسے توبہ و اِستغفار کی تلقین کی جاتی، تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں...... اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبعِ سنت ہے۔ (الامداد، ماہ صفر ۱۳۳۶ھ، امداد المطابع تھانہ بھون، ص ۳۵)

اللہ اکبر! اِس کے باوجود انہیں اصرار ہے کہ حدیث شریف میں جس المختار کا ذکر ہے اُس سے مراد امام احمد رضا خان ہیں، کیا اِسلئے کہ انکے رشحاتِ قلم قہر الدیان علیٰ مرتدِ بقادیان، السوء والعقاب، جزاء اللہ عدوہ وغیرہ رسائل وفتاویٰ نے مخالفینِ ختمِ نبوت کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کر رکھا ہے؟

☆ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی، امام ابویعلیٰ کی اِس روایت نقل کرنے کے بعد مسیلمہ کذّاب، اسودِ عنسی وغیرہ کا ظہور کا ذِکر کر کے فرماتے ہیں...... ثم کان اول من خرج بعدھم المختار بن ابی عبید الثقفی ...... ثم زین لہ الشیطٰن فادعی النبوۃ وزعم ان جبریل یاتیہ۔ (شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ، ج ۷ ص ۲۶۵)

پھر ان کے بعد پہلا شخص مختار بن ابی عبید ثقفی تھا، شیطان نے اسے سبز باغ دکھائے تو اُس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا کہ میرے پاس جبریل امین آتے ہیں۔

حضرت اسماء بنت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حجاج بن یوسف کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلۂ ثقیف میں ایک کذّاب ہوگا اور ایک خونخوار کذاب تو ہم دیکھ چکے، جہاں تک خونخوار کا تعلق ہے تو میری رائے میں وہ تم ہی ہو۔ (مسلم شریف عربی، مکتبہ رشیدیہ دہلی، ج ۲ ص ۳۱۲)

امام نووی اِس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں...... حضرتِ اسماء کا یہ فرمان کہ کذاب تو ہم دیکھ چکے، اِس سے اُن کی مراد المختار بن ابی عبید ثقفی ہے، وہ سخت جھوٹا تھا، اس کا بدترین جھوٹ، اس کا یہ دعویٰ تھا کہ جبریل امین علیہ السلام اس کے پاس آتے ہیں۔

علماء کا اِس پر اتفاق ہے کہ اِس جگہ کذّاب سے مراد المختار بن ابی عبید اور مُبیر (خونخوار) سے مراد حجاج بن یوسف ہے۔

(شرح مسلم، ج ۲ ص ۳۱۲)

۲ ...... کہتے ہیں کہ امام احمد رضا خاں صاحب کا رنگ بہت سیاہ تھا اور خاں صاحب کے مخالفین ان کو اِس روسیاہی پر عار دلایا کرتے تھے۔ (ماخوذ البریلویہ، ص ۱۴۔ پمفلٹ)

جن لوگوں کے دِل عشقِ رسالت سے محرومیت کے سبب سیاہ ہو چکے تھے، اُن کی نگاہوں کا اندھیرا تھا جسے انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے رنگ کی سیاہی سے تعبیر کردیا۔ ڈاکٹر عابد احمد علی، سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں...... حضرت والا (امام احمد رضا بریلوی) بلند قامت، خوبرو اور سرخ وسفید رنگ کے مالک تھے، داڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔ (مقالاتِ یومِ رضا، رضا اکیڈمی، لاہور، ج ۳ ص ۸)

مشہور ادیب اور نقاد نیاز فتحپوری نے آپ کی زیارت کی تھی، وہ لکھتے ہیں...... اُن کا نورِ علم ان کے چہرے بُشرے سے ہویدا تھا، فروتنی، خاکساری کے باوجود اُنکے روئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رُعب ظاہر ہوتا تھا۔ (پروفیسر محمد مسعود احمد، اختتامیہ خیابان رضا، طبع لاہور، ص ۱۷)

پھر لطف کی بات یہ کہ اِس جھوٹ کیلئے بدنامِ زمانہ کتاب البریلویہ کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں افتراء پردازیوں کا طومار باندھ دیا گیا ہے اور جو اہلِ علم کے ہاں کسی وقعت کی حامل نہیں ہے۔ البریلویہ کا جواب اندھیرے سے اُجالے تک کے نام سے چھپ چکا ہے۔

۳...... احمد رضا خاں نے وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے یہ وصیت کی...... تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی المکان (حتی الامکان) اتباعِ شریعت نہ چھوڑ (نہ چھوڑو) اور میرا دین جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف، ص ۳۔ پمفلٹ)

اِس وصیت پر کیا اعتراض ہے؟ اِس کا کوئی تذکرہ نہیں، دراصل یہ نافہمی کا کرشمہ ہے، دین نام ہے اسلامی عقائد کا، امام احمد رضا بریلوی نے اپنی کتابوں میں جن عقائد کا بیان کیا ہے، وہ وہی عقائد ہیں جو چودہ سو سال سے اُمتِ مسلمہ کے چلے آرہے ہیں، اِن اسلامی عقائد پر قائم رہنا بہرحال ضروری ہے، جبر و اِکراہ کی صورت میں بھی تصدیقِ قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے اور شریعت عملی احکام کو کہتے ہیں جن پر بقدرِ طاقت عمل کیا جائے گا۔ لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعہا (البقرہ: ۲۸۶)

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بصیرت کی طرح بصارت بھی زائل ہو چکی ہے ورنہ اتنا بڑا جھوٹ نہ بولتے۔ امام احمد رضا بریلوی نے جو عقیدہ نقل کیا ہے وہ ان کے ذِمہ لگا دیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا، وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے۔ اسکے بعد متعدد اوصاف گنوائے جو اللہ تعالیٰ کیلئے دیوبندی اور وہابی مکتبِ فکر کے مطابق ممکن ہیں، مخالفین نے سیاق وسباق دیکھے بغیر جڑ دیا کہ احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک (معاذ اللہ) خدا ناچتا تھر کتا ہے۔ حیرت ہے کہ نقلِ کفر کفر نباشد عنوان نقل کرنے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی نے جو وہابیوں کا قول نقل کیا تھا وہ ان کے سر تھوپ دیا، پھر امام احمد رضا خاں بریلوی نے تو وہابیہ سے یہ نقل کیا تھا کہ

وہ (خدا) جس کا بہکنا، بھولنا .... حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔

جاہل ناقل نے اسے صِرف ممکن نہیں رہنے دیا بلکہ یہ تبدیلی کر دی کہ اللہ تعالیٰ ان اوصاف کیساتھ بالفعل موصوف ہے (خدا ناچتا تھر کتا ہے)۔

دراصل ۲۵/ اگست ۱۸۸۹ء کو دیوبندی مکتبِ فکر کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے اخبار **نظام الملک** میں ایک بیان دیا:

چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی، یہ کلیہ ہے کہ جو مقدور العبد ہے، مقدور اللہ ہے۔ (سبحان السبوّح، نوری کتب خانہ لاہور، ص ۳-۱۴۲)

اِس کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بندہ کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی کرسکتا ہے، اِس پر رَدّ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی نے متعدد اوصاف اور عیوب گنوائے جو انسان کرسکتا ہے، مذکورہ بیان کے مطابق وہ سب کام اللہ تعالیٰ بھی کرسکتا ہے۔ فتاویٰ رَضویہ (مطبوعہ فیصل آباد) ج ا، ص ۷۹۱ پر اسی قاعدہ کلیہ کے مطابق فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے نزدیک خدا کسے کہتے ہیں:

وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعتِ حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے...... ایسے کو جس کا بہکنا، بھولنا، سونا، اُونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے......

یہ ہے وہابیہ کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے ؟ ؟ ؟

غور کیجئے کہ اِس عبارت کا نہ تو ابتدائی حصہ نقل کیا نہ آخری بلکہ درمیان سے عبارت نقل کر دی ہے، پھر ہر ایک وصف پر نمبر بھی لگا ہوا تھا اُسے بھی نقل نہیں کیا، کیوں؟ اِسلئے کہ پوری عبارت نقل کر دیتے تو خیانت فوراً کُھل جاتی، اتنی دیدہ دلیری تو کبھی دیکھی نہ سنی ۔

چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد

۵......حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعدِ رسالت کا دروازہ کھلا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے حدائق بخشش، حصہ دوم، ص ۷۲ پر فرمایا:

انجامِ وَے آغازِ رسالت باشد ایں کہ گو ہم تابعِ عبدالقادر

ترجمہ: حضرت شیخ عبدالقادر (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا

اور وہ نیا رسول بھی حضرت شیخ جیلانی کا تابع ہوگا۔

(پمفلٹ)

مشہور مقولہ ہے کہ من لم یعرف الفقہ فقد صنف فیہ جسے فقہ آتی ہی نہیں وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ جن لوگوں میں امام احمد رضا بریلوی کا کلام سمجھنے کی لیاقت ہی نہیں وہ بھی اُن پر نکتہ چینی اور طعن و تشنیع ضروری خیال کرتے ہیں۔

دراصل مذکورہ شعر ایک رباعی کا حصہ ہے جو دو شعروں پر مشتمل ہے، اِس کا دوسرا شعر نقل کیا گیا ہے، پہلا کیوں چھوڑ دیا؟ اِسلئے کہ دوسرے شعر کا من گھڑت مطلب بیان کر دیا پہلے شعر کا مطلب پلّے ہی نہ پڑا، مکمل رباعی یہ ہے ؎

بر وحدتِ اورابِ عبدالقادر یک شاہد و دو سابعِ عبدالقادر
انجامِ وَے آغازِ رسالت باشد ایں کہ گو ہم تابعِ عبدالقادر

اس رباعی میں حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامِ نامی عبدالقادر کے لطائف کی طرف اشارہ ہے جس کا چوتھا اور ساتواں حرف الف ہے اور آخری حرف را ہے، اسی حرف کو انجام سے تعبیر کیا ہے۔

(الف) اور دوسرا شاہد ساتواں حرف (الف) ہے۔

(۲) اس نام مبارک کا آخری حرف (را) لفظِ رسالت کا پہلا حرف ہے، یہ کہو کہ یہ نکات عبدالقادر (نام) کے تابع ہیں (اور اس سے مستفاد ہیں) یوں بھی یہ حقیقت ہے کہ مقامِ ولایت کی جہاں انتہاء ہے وہاں سے مقامِ نبوت و رسالت کی ابتداء ہے، سچ ہے کہ

چوں ندید ند حقیقت رہِ افسانہ زدند

نبوت کا کھلا ہوا دروازہ دیکھنا ہو تو تحذیر الناس کا مطالعہ کیجئے جس کی ایک عبارت اِس سے پہلے گزر چکی ہے۔

٦......انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی قبورِ مطہرہ میں ازواجِ مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں (نعوذ باللہ! اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی)۔ (پمفلٹ) ...... (ملفوظات، حصہ سوم، ص ۲۷۶، حامد اینڈ کمپنی، اردو بازار، لاہور)

اس جگہ چند امور قابلِ توجہ ہیں:۔

☆ علمِ مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذِمہ دار نہیں ہوتا، اس سے صِرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اِس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اپنے طور پر یہ بات نہیں کہی بلکہ حضرتِ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہبِ لدنیہ سے نقل کی ہے اور علامہ زرقانی نے یہ بات علامہ ابنِ عقیل حنبلی سے نقل کی ہے، ملاحظہ ہو شرح مواہبِ لدنیہ للزرقانی (مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ) ج ۶ ص ۱۹۶، اِس ثبوت کے بعد امام احمد رضا بریلوی پر کسی قسم کی ذِمہ داری نہیں رہتی۔

☆ یہ کہنا انبیاء علیہم السلام مزارات میں عورتوں سے صحبت کرتے ہیں خود ساختہ عبارت ہے، اسے امام احمد رضا بریلوی کی طرف منسوب کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، انہوں نے جو کچھ نقل کیا ہے ازواجِ مطہرات کی نسبت ہے، مطلقاً عورتوں کے بارے میں نہیں ہے، نیز انہوں نے ہرگز یہ نقل نہیں کیا کہ عورتوں سے صحبت کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ وہ ان سے شب باشی فرماتے ہیں اور شب باشی کا معنیٰ رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب، عبدالماجد دریابادی کے نام ایک مکتوب میں ایک سے زائد بیویوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ...... صِرف دو چیزوں میں عدل واجب ہے، ایک شب باشی، اِس میں اختیار ہے کہ مضاجعت (ایک جگہ لیٹنا) ہو یا نہ ہو، مباجعت (عملِ زوجیت) ہو یا نہ ہو، دوسری چیز انفاق۔ (حکیم الامت، عبدالماجد دریابادی، ص ۱۷۴)

اِس عبارت نے یہ بات صاف کردی کہ شب باشی کا معنیٰ ایک جگہ پر رات گزارنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کیلئے عملِ زوجیت ضروری نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی (مسلم شریف عربی، مطبع رشیدیہ دہلی، ج ا ص ۳۵۱) تم میں سے میری مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں، میرا ربّ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

☆ حیاتِ انبیاء علیہم السلام بعد از وصال کا مسئلہ علماءِ دیوبند کے نزدیک بھی مسلم ہے، المہند جس پر دیوبندی مکتبِ فکر کے چوبیس بڑے بڑے علماء کے دستخط ہیں، اِس میں لکھتے ہیں...... ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زِندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلّف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ...... برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔ (المہند کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، ص ۱۳)

غور کیجئے جب انبیاء کرام علیہم السلام دنیاوی زندگی کیساتھ زندہ ہیں اور دنیاوی زندگی میں اُمہات المؤمنین سے ملاقات فرماتے رہے اور جنت میں بھی ملاقات فرمائیں گے تو اگر ابنِ عقیل حنبلی نے عالمِ برزخ میں ملاقات کرنے کا ذکر کر دیا تو اِس میں گستاخی کا کونسا پہلو ہے جب کہ عالمِ برزخ میں بھی آپ کی زندگی دنیا کی سی ہے۔

☆ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے سوانح نگار عزیز الحسن، اشرف السوانح میں تھانوی صاحب کے پردادا محمد فرید صاحب کی ڈاکوؤں سے مقابلہ کرتے ہوئے وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں...... شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا، شب کے وقت اپنے گھر مثل زِندہ تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی اور فرمایا اگر تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اِس طرح سے روز آیا کریں گے لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں، اِس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے، یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔ (اشرف السوانح، کتب خانہ اشرفیہ دہلی، ج ا ص ۱۲)

تھانوی صاحب کے پردادا کی یہ کرامت اور تصرف کہ انہوں نے وفات کے بعد عالمِ برزخ سے عالمِ دنیا کا فاصلہ طے کر کے نہ صرف اپنی بیوی سے ملاقات کی بلکہ اسے مٹھائی بھی کھلائی، پھر یہ خواب کا معاملہ نہیں بلکہ جیتی جاگتی آنکھوں کے سامنے کا واقعہ ہے، یہ تو سب تسلیم، مگر انبیاء کرم علیہم السلام کی عالمِ برزخ میں ازواجِ مطہرات سے ملاقات قابلِ تسلیم نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے...... نعوذ باللہ! اِس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوگی؟

تو گویا تھانوی صاحب کے پردادا کی اپنی بیوی سے ملاقات کا تذکرہ تو اور بھی بڑی گستاخی ہوگی کیونکہ ان کیلئے ایک جہان سے دوسرے جہان میں آکر ملاقات ثابت کی جا رہی ہے، پھر اشرف السوانح کے مرتب کو یہ الزام کیوں نہیں دیا جاتا کہ اس نے اتنی بڑی گستاخی کیوں کی؟

۷......حضور صلی اللہ علیہ وسلم شکاری کے روپ میں آئے تھے۔

احمد یار خاں نے جاء الحق ، صفحہ ۱۷۵ پر لکھا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں، شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے، اس سے کُفّار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصد ہے۔ (پمفلٹ)

جناب مفتی صاحب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین (الآیۃ) میں نور کا مصداق ہیں، محبوبِ ربّ العالمین ہیں، امام الانبیاء والمرسلین ہیں، اِس عظمت و جلالت کے باوجود فرماتے ہیں...... اِنما انا بشر مثلکم (الآیۃ) اِس میں حکمت یہ تھی کہ کفار اور مشرکین کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود تھا، تاکہ وہ قریب آئیں اور دولتِ ایمان سے مشرف ہوں۔

حضرت رومی فرماتے ہیں ؎

زاں سبب فرمود خود را مثلکم　　　تا بگرد آیند و کم گردند گم

اس حقیقت کو بیان کرنے کیلئے ایک مثال بیان کی کہ شکاری جانوروں کی سی آواز نکالتا ہے، اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شکار قریب آجائے، مثال کے بیان سے مقصد کی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کیلئے مثال دی جارہی ہے مثال اس کا عین ہے اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے۔ مفتی صاحب کا مقصد صرف اس حقیقت کو مثال سے واضح کرنا ہے کہ کسی کو قریب کرنے کیلئے اس جیسی آواز نکالی جاتی ہے۔ انہوں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے شکاری کا لفظ قطعاً استعمال نہیں کیا۔

شاید بعض لوگوں کو یہ مطلب سمجھ نہ آئے اِس لئے ایک مثال کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایک دفعہ کسی نے مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب سے وعظ کہنے کی درخواست کی اور اِصرار کیا، اِس کے جواب میں انہوں نے کہا:۔

وعظ ہم لوگوں کا کام نہیں اور نہ ہمارا وعظ کچھ مؤثر ہوسکتا ہے، وعظ کا کام تھا مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کا اور انہی کا وعظ مؤثر بھی تھا۔ دیکھو اگر کسی کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو تو اس کے قلب میں اس وقت تک بے چینی رہتی ہے جب تک وہ ان سے فراغت حاصل نہ کرلے اور اگر وہ کسی سے باتوں میں بھی مشغول ہوتا ہے یا کسی ضروری کام میں لگا ہوتا ہے تو اس وقت بھی اسکے قلب میں پاخانہ پیشاب ہی کا تقاضا ہوتا ہے اور طبیعت اس کی اسی کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد اس کام سے فراغت پاکر قضائے حاجت کیلئے جاؤں۔

سو واعظ کی اہلیتِ وعظ اور اس کے وعظ کی تاثیر کیلئے کم از کم اتنا تقاضائے ہدایت تو ضرور ہونا چاہئے جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اگر اتنا بھی نہ ہو تو واعظ وعظ کا اہل ہے اور نہ اِس کا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کے قلوب میں ہدایت کا اتنا تقاضا بھی نہیں جتنا کہ پاخانہ پیشاب کا اِس لئے نہ ہم وعظ کے اہل ہیں اور نہ ہمارا وعظ مؤثر ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ تقاضا مولوی اسمٰعیل صاحب کے دِل میں پورے طور پر موجود تھا اور جب تک وہ ہدایت نہ کر لیتے تھے ان کو چین نہ آتا تھا۔ (ارواحِ ثلاثہ (حکایاتِ اولیاء) دارالاشاعت کراچی، ص ۲۵۲)

اب اگر کوئی ستم ظریف یہ کہہ دے کہ نانوتوی صاحب نے دہلوی صاحب کے وعظ فرمانے کو قضائے حاجت قرار دیا ہے تو کیا کوئی دیوبندی اسے تسلیم کرلے گا؟ مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ مثال کو بعینہٖ ممثّل لہٗ (جس کی مثال دی گئی ہے) پر چسپاں کر دینا صحیح نہیں ہے۔

۸......حضرتِ عائشہ کی شان میں بدترین گستاخی۔

حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے احمد رضا خاں صاحب حدائقِ بخشش، حصہ سوم، ص ۳۷ پر رقم طراز ہیں:۔

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا اُبھار   مسکی جاتی ہے قبا سے کمر تک لیکن
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت   کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

توبہ، نعوذ باللہ یہ گستاخ۔ عاشق کہلاتے ہیں، خدارا غور کریں۔ (پمفلٹ)

ناظرینِ کرام! اِس پر ایک لطیفہ سن لیں۔ ایک شخص کے سر پر شاعری کا بھوت سوار ہوا تو اس نے یہ لاجواب شعر کہا:

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا   کہ عشق نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا!

اسے یہ فکر نہیں تھی کہ دونوں مصرعوں کا وزن بھی صحیح ہوا ہے یا نہیں اور یہ تو اسے خبر ہی نہ تھی کہ زلیخا مولانا جامی کی تصنیف ہے اور دوسرا مصرعہ حافظ شیرازی کا ہے۔ اس نے یہ دونوں چیزیں شیخ سعدی کے کھاتے میں ڈال دیں اور اِس پر خوش کہ شاندار شعر بن گیا۔ بس یہی حال معترضین کا ہے، انہیں یہ علم ہی نہیں کہ حدائقِ بخشش حصہ سوم امام احمد رضا بریلوی کی تصنیف یا ترتیب نہیں اور نہ ہی ان کی زندگی میں شائع ہوا، یہ حصہ مولانا محبوب علی خاں نے ترتیب دیا اور امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے دو سال بعد شائع کیا۔ مولانا محبوب علی خاں نے ابتدائیہ کے صفحہ ۱۰ پر ۲۹/ ذی الحجہ الحرام ۱۳۴۲ھ کی تاریخ درج کی ہے جب کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۳۴۰ھ ماہِ صفر میں ہو چکا تھا۔

مولانا محبوب علی خاں صاحب سے تیسرے حصہ کی ترتیب و اشاعت میں واضح طور پر چند فروگذاشتیں ہوئیں:۔

☆ انہوں نے اِس حصہ کا نام حدائق بخشش حصہ سوم رکھا، صرف یہی نہیں بلکہ ٹائٹل پر ۱۳۲۵ھ کا سن بھی درج کر دیا حالانکہ حدائق بخشش صرف پہلے اصل دو حصوں کا تاریخی نام تھا جو ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوئے، تیسرا حصہ تو ۱۳۴۲ھ بلکہ اِسکے بھی بعد شائع ہوا۔

☆ انہوں نے مسودہ نابھ سٹیم پریس، نابھ کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے خود ہی کتابت کروائی اور خود ہی چھاپ دیا، مولانا نے اسکے پروف بھی نہیں پڑھے، کاتب نے دانستہ یا نادانستہ چند اشعار جو بالکل الگ تھے، اُمّ المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کہے گئے، اشعار کے ساتھ ملا کر لکھ دیئے۔

اِن غلطیوں کا خمیازہ انہیں یوں بھگتنا پڑا کہ خطیبِ مشرق مولانا مشتاق احمد نظامی نے بمبئی کے ایک ہفت روزہ میں ایک مراسلہ شائع کروایا اور مولانا محبوب علی خاں کو اِس غلطی کی طرف متوجہ کیا۔

دوسری طرف دیوبندی مکتبِ فکر کی طرف سے شدومد کے ساتھ یہ مہم چلائی گئی کہ مولانا محبوب علی خاں نے حضرتِ اُمّ المؤمنین کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے انہیں بمبئی کی جامع مسجد سے برطرف کیا جائے۔

ادھر مولانا محبوب علی خاں کی صاف دلی اور پاک نفسی دیکھئے کہ جو کچھ ہوا اُس میں ان کے قصد و اِرادہ کا کوئی دخل نہ تھا، تمام تر غلطی کاتب اور پریس والوں کی تھی، اِس کے باوجود انہوں نے رسالہ سُنّی لکھنؤ اور روزنامہ انقلاب میں اپنا توبہ نامہ چھپوایا اور بارہا زَبانی توبہ بھی کی، اعلانِ توبہ ملاحظہ ہو:۔

حدائق بخشش ،حصہ سوم، صفحہ ۳۷-۳۸ میں بے ترتیبی سے اشعار شائع ہوگئے تھے، اس غلطی سے بارہا فقیر اپنی توبہ شائع کرچکا ہے۔خداو رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقیر کی توبہ قبول فرمائیں، آمین ثم آمین اورسُنّی مسلمان بھائی خدا و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے معاف فرمائیں۔ (فیصلہ شرعیہ قرآنیہ،ص۳۲-۳۱)

اِس تفصیل سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی پر گستاخی کا الزام کسی طرح بھی دُرست نہیں بلکہ یہ سراسر بہتان ہے۔اِس حقیقت پر اِس سے بڑی شہادت اور کیا ہوگی کہ تیسرا حصہ چھپنے کے بعد مخالف کیمپ کی طرف سے تمام تر اعتراضات کی بوچھاڑ مولانا مبوب علی خاں پر تھی جو تیسرے حصہ کے مرتب تھے۔کسی ایک دیوبندی عالم نے بھی گستاخی کا الزام اعلیٰ حضرت پر نہ لگایا لہٰذا کہنے دیجئے کہ آج اعلیٰ حضرت پر گستاخی کا اِلزام لگانے والا فتنہ پرور اور اِفتراء پرداز ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے فیصلہ مقدسہ،مطبوعہ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور۔

دراصل اعلیٰ حضرت بریلوی نے صراطِ مستقیم، تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، حفظ الایمان اور براہین قاطعہ وغیرہ کتب کی گستاخانہ عبارات کا جوسخت محاسبہ کیا تھا ان عبارات سے توبہ کرنے کی بجائے جوابی کارروائی کے طور پر انکے خلاف گستاخ ہونے کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

صراطِ مستقیم میں صاف لکھ دیا کہ......اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتمآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے۔ (محمد اسمٰعیل دہلوی، صراطِ مستقیم اُردو مطبوعہ کراچی، ص۱۳۶)

حفظ الایمان میں یہاں تک لکھ دیا......پھر آپکی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہوتو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اِس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اِس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کیلئے حاصل ہے۔ (محمد اشرف علی تھانوی، حفظ الایمان، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، ص۸)

براہینِ قاطعہ میں ہے......الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو ردّ کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، ص ۵۵)

یہ اور اِس قسم کی دیگر عبارات پر امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے گرفت کی اور رجوع اور توبہ کا مطالبہ کیا۔ یہی وہ جرم تھا جس کی بناء پر آئے دن ان پر بے بنیاد الزام لگائے جاتے ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو دعوتِ فکر ترتیب مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری جس میں اصل کتابوں کے صفحات کے عکس دیئے گئے ہیں۔ اب ذرا دل تھام کر چشمِ حیرت سے درجِ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

تھانوی صاحب اپنے ایک مکتوب الخطوب المذیبہ میں لکھتے ہیں:۔

ایک ذاکرِ صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں، میرا ذہن معاً اِس طرف منتقل ہوا (کہ کم سن بیوی ملے گی) اِس مناسبت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرتِ عائشہ بہت کم عمر تھیں، وہی قصہ یہاں ہے۔ (محمد اشرف علی تھانوی، الخطوب المذیبہ، ص ۱۵)

یہ خواب تھانوی صاحب کی دوسری بیوی کی آمد سے پہلے کا ہے جو ان کی شاگرد بھی تھیں، ان کی آمد کے بعد کا خواب بھی ملاحظہ کیجئے۔ تھانوی صاحب کے انتہائی عقیدت مند عبدالماجد دریابادی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

پرسوں شب گھر میں ایک عجیب خواب دیکھا، دیکھا کہ مدینہ منورہ کی مسجدِ قبا میں حاضر ہیں، وہیں جناب (تھانوی صاحب) کی چھوٹی بیوی صاحبہ بھی ہیں۔ یہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ انہوں نے دریافت فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھو گی؟ انہوں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ کہا ضرور! اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ تو عائشہ صدیقہ ہیں، اب یہ بڑے غور سے ان کی طرف دیکھ رہی ہیں کہ صورت شکل، وضع ولباس چھوٹی بیوی صاحبہ کا ہے، یہ حضرتِ صدیقہ کیسے ہو گئیں؟ اتنے میں پھر کسی نے کہا نہیں یہ حضور کی بہو ہیں۔ اب یہ اپنے دل میں اور بھی حیرت کر رہی ہیں کہ حضور کے تو کوئی صاحبزادہ ہی نہ تھے تو بہو کیسی؟ اتنے میں پھر آواز آئی کہ ہر کلمہ گو حضور کی اولاد ہیں اور مولانا اشرف علی جیسے بزرگ تو خاص الخاص اولادِ حضور ہیں، ان کی بیوی حضور کی بہو کہلائیں گی۔ (عبدالماجد دریابادی: حکیم الامت، ایم شمس الدین، لاہور، ص ۹-۵۴۸)

تھانوی صاحب اِس مکتوب کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

کسی کا حضرت عائشہ کہنا اشارہ ہے وراثت فی بعض الاوّف (الاوصاف) کی طرف۔ (ایضاً، ص ۵۴۹)

ان دو خوابوں کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا خواب بھی پیشِ نظر رہے جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ تھانوی صاحب کا ایک مرید تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے، تھانوی صاحب پر براہِ راست دُرود بھیجتا ہے اور تھانوی صاحب اسے لکھتے ہیں:۔

اِس واقعہ میں تسلّی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبعِ سنت ہے۔ (الامداد، صفر ۱۳۳۶ھ، ص ۳۵)

اب ذرا ایک لمحہ کیلئے رُک کر خوابوں کے اِس تسلسل پر غور کیجئے کہ پہلے خواب میں اُمّ المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد کی خبر سے تھانوی صاحب کا ذہن فوراً دوسری بیوی کی طرف جاتا ہے......دوسرے خواب میں دوسری بیوی کو عائشہ صدیقہ کہا گیا......پھر مرید تھانوی صاحب کا کلمہ پڑھتا ہے......آخر یہ کس منزل کی طرف پیش قدمی ہے؟ اور ایسے خوابوں کا شائع کرنا اور اُن پر مہرِ تصدیق ثبت کرنا کیا حضرتِ اُمّ المؤمنین کی شان میں گستاخی نہیں ہے؟

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ یوں سرزنش فرماتے ہیں ۔

واقعہ ڈھالیں ماں کا آنا زن کا ذہن لڑاتے یہ ہیں
جن پر لاکھوں مائیں تصدُّق تعبیر اُن کی بناتے یہ ہیں
وہ تو مسلمانوں کی ماں ہیں کب اسلام دکھاتے یہ ہیں

(الاستمداد: مکتبہ نبویہ، لاہور، ص ۸۵)

۹......ہر ولی مرید کی منی کے قطرے حمل میں گرتے دیکھتا ہے۔

ولی کامل کی شان بیان کرتے ہوئے نجم الرحمٰن بحوالہ صاعقۃ الرحمٰن، صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے...... کسی عورت کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ قرار نہیں پکڑتا مگر وہ کامل اِس کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ نیز اعلیٰ حضرت نے ملفوظات، حصہ ۲، صفحہ ۴۹ پر ذکر کیا ہے کہ سیّد احمد سلجماسی جب بیوی سے ہم بستری کر رہے تھے تو سیّدی عبدالعزیز دباغ انکے پاس خالی پلنگ پر حاضر تھے اور فرمایا کہ کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں، ہر آن ساتھ ہے۔ (پمفلٹ)

ہمارے سامنے حضرت علامہ مولانا غلام محمود قدس سرہٗ پپلاں، ضلع میانوالی کی تصنیفِ لطیف نجم الرحمٰن (مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور) موجود ہے، اِس کے صفحہ ۵۰ بلکہ پوری کتاب میں یہ عبارت نہیں ہے لہٰذا اِس غلط بیانی کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے، پھر اس دروغ بافی کا کیا علاج کہ سرخی جمائی جا رہی ہے کہ ہر ولی مرید کی الخ پر نقل کردہ دونوں عبارتوں میں سے کسی میں یہ نہیں ہے کہ ہر ولی دیکھتا ہے۔ یاد رکھئے کہ جھوٹے پروپیگنڈے سے کسی قوم کو حقیقی سربلندی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ملفوظات کی نقل کردہ عبارت میں امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ناقل ہیں اور ناقل کی ذِمہ داری یہ ہے کہ حوالہ دکھا دے چنانچہ یہ واقعہ حضرتِ علامہ احمد بن مبارک نے الابریز عربی (مطبوعہ مصطفےٰ البابی، مصر) کے صفحہ ۳۴ پر نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کشف کا معاملہ ہے اور معتزلہ اگرچہ اولیاء کاملین کیلئے کشف کے منکر ہیں مگر اہلسنّت اِس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و اولیاء کیلئے بے شمار اشیاء کو منکشف فرما دیتا ہے اور بسا اوقات ان کے قصد و ارادہ کا دخل نہیں ہوتا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشادِ باری تعالیٰ وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض (الآیۃ) کی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوتِ سماوی و ارضی کا مشاہدہ کراتا تو انہوں نے ایک شخص بدکاری میں مصروف دیکھا۔ آپ نے اس کے خلاف دعا فرمائی تو وہ ہلاک ہو گیا پھر دوسرے شخص کو اسی حالت میں دیکھا، اس کے خلاف دعا فرمائی تو وہ بھی ہلاک ہو گیا، پھر تیسرے شخص کو دیکھا اور اس کے خلاف دعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا ابراہیم! تم مستجاب الدعوۃ ہو، میرے بندوں کے خلاف دعا نہ کرو۔ (تفسیر مظہری عربی، ندوۃ المصنفین، دہلی، ج ۳ ص ۲۵۷)

انصاف سے بتایئے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ امیر شاہ خان صاحب کی یہ حکایت بھی چشمِ عبرت سے پڑھئے...... شاہ ولی اللہ صاحب جب بطنِ مادر میں تھے تو ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ایک دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقب ہوئے اور ادراک بہت تیز تھا، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری زوجہ حاملہ ہے اور اس کے پیٹ میں قطب الاقطاب ہے، اس کا نام قطب الاقطاب ہے، اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ (حکایاتِ اولیاء، دارالاشاعت، کراچی، ص ۲۷)

اسی کتاب میں نانوتوی صاحب کے حوالے سے شاہ عبدالرحیم ولایتی کے مرید عبداللہ خان کے بارے میں لکھا ہے:۔

ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا تو آپ فرمادیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا اور جو آپ بتلادیتے تھے وہی ہوتا تھا۔ (حکایاتِ اولیاء، ص۲۰۰)

ایمان سے کہئے کہ جن لوگوں کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی مافی الارحام کا علم نہیں دیا گیا وہ کس طرح ان حکایات کو لہک لہک کر بیان کرتے ہیں؟ آخر کو شاہ ولی اللہ صاحب اور عبداللہ خان صاحب کی کرامت جو بیان کرنا تھی، جن لوگوں کو غوثِ زمانہ سیّدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کشف پر اعتراض ہے حالانکہ ان کا مقصد ایک غیر شرعی عمل سے منع کرنا تھا، اظہارِ کشف مقصود نہ تھا وہ عبداللہ خاں صاحب کے عورتوں کے رحموں میں جھانک کر لڑکا یا لڑکی معلوم کر لینے پر معترض کیوں نہیں ہوتے؟ پھر یہ عمل ایک آدھ مرتبہ کا نہ تھا آپ فرمادیا کرتے تھے کے الفاظ تو تسلسل اور تواتر کی نشاندہی کرتے ہیں۔

۱۰......نماز میں غیر عورت کی شرم گاہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ، ج ۱ص ۷۴-۷۵ پر فرمایا، نماز میں بیگانہ عورت کی شرم گاہ پر نظر پڑے جب بھی نماز و وضو میں کوئی خلل نہیں، اگر قصداً بھی ایسا کرے تو مکروہ ضرور ہے، نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (پمفلٹ)

اس جھوٹ اور فریب کاری کو بے نقاب کرنے کیلئے اصل عبارت کا نقل کر دینا کافی ہے۔امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرم گاہ پر نظر جا پڑے جب بھی نماز و وضو میں خلل نہیں مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی جبکہ فرجِ داخل پر نظر بشہوت پڑی ہو اور اگر قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے مگر نماز و وضو جب بھی باطل نہ ہونگے۔ (فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ فیصل آباد، ج ا ص ۷۵)

حیرت ہے کہ اِس صاف اور صریح عبارت میں مذموم عزائم کے پیش نظر کس طرح کھلی خیانت سے کام لیا گیا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ نظر جا پڑے، اِس کا واضح مطلب ہے کہ قصد و اِرادہ کے بغیر نظر پڑ جائے، قصد و ارادہ سے دیکھنے کا ذکر انہوں نے بعد میں صراحت کے ساتھ کیا ہے مگر یہ صاحب دیکھنے میں کوئی حرج نہیں کہہ کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ قصداً دیکھنے کی بات ہو رہی ہے۔ پھر انہوں نے تصریح فرمادی کہ عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی اور قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے۔ اِس کے باوجود امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر افتراء کیا جارہا ہے کہ ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ

اب لگے ہاتھوں آپ بھی ان کا ایک مسئلہ ملاحظہ کرلیں۔دیوبندی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:۔

مسئلہ......کسی پر غسل فرض ہو اور پردے کی جگہ نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے، اِسی طرح عورت کو عورت کے سامنے بھی نہانا واجب ہے۔ (بہشتی گوہر حصہ یازدہم، ملک دین محمد، لاہور، ص ۱۶)

اب اِسکا مطلب سوائے اِسکے اور کیا ہے کہ اگر پردے کی جگہ نہ ہونے کے سبب کوئی چادر باندھ کر نہالے یا دوسرے آدمی کو کہے کہ تُو منہ دوسری طرف کر کے کھڑا ہو جا تا کہ میں غسل کرلوں تو وہ واجب کا تارک ہوگا اور امامت و شہادت کے لائق نہ ہوگا۔

۱۱ ..... نماز میں عضوِ خاص کے تناؤ سے ازار بند ٹوٹ گیا۔

اعلیٰ حضرت کا تقویٰ بیان کرتے ہوئے ان کے خلیفہ فرماتے ہیں، المیز ان احمد رضا، صفحہ نمبر ۲۳۴:۔

امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدۂ اخیرہ میں بعد تشہد حرکتِ **نفس** سے میرے **انگرکھے** کا ازار بند ٹوٹ گیا تھا، چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اِس وجہ سے آپ لوگوں کو نہیں کہا اور گھر جا کر بند دُرست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر پڑھ لی۔ (پمفلٹ)

اخلاقی دیوالیہ پن کی انتہاء اِس سے بڑھ کر کیا ہوگی؟ ایسی خیانتوں پر تو تہذیب و شرافت بھی سر پیٹ کر رہ جاتی ہیں۔ انگرکھا شیروانی کی طرز کی ایک پوشاک کا نام ہے۔ مولوی فیروز الدین صاحب اُردو کی مشہور لغات میں لکھتے ہیں:۔

☆ انگرکھا (اَن گرکھا) ایک قسم کا مردانہ لباس، قبا (فیروز اللغات اردو، فیروز سنز، لاہور، ص ۱۳۲)

اور نَفَس (فاء کے فتحہ کے ساتھ) سانس کو کہتے ہیں، پاسِ انفاس صوفیہ کی معروف اصطلاح ہے۔ ہوا یہ کہ سانس کی آمد و رفت سے قبا کا بٹن یا بند ٹوٹ گیا، باوجودیکہ نماز تشہد پر پوری ہو چکی تھی پھر بھی امام احمد رضا بریلوی نے احتیاطاً نماز دوبارہ پڑھ لی۔ مگر بُرا ہو بد بینی اور بُری نیت کا کہ وہ کسی اور ہی چکّر میں ہے۔ ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ یہ عضوِ مخصوص اور اِزار بند کس لفظ کا معنیٰ ہے؟

اگر آپ کو ایسی ہی شہوانی باتوں کا شوق ہے تو بہشتی زیور کا بابِ شب پڑھ لیجئے یا دیوبندی حکایاتِ اولیاء کا مطالعہ کیجئے، آپ کے ذوق کی تسکین کا بہت سامان مل جائے گا۔ ذرا ملاحظہ کیجئے:۔

مولانا (نانوتوی صاحب) بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب جو اُس وقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے، کبھی ٹوپی اُتارتے، کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔ (حکایاتِ اولیاء، ص ۳۱۷)

حکایات اولیاء، صفحہ ۳۳۹ اور تذکرۃ الرشید (مکتبہ بحر العلوم، کراچی) ج ۲ ص ۲۸۹) کا مطالعہ کر لیجئے، آپ کو مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی صاحب کے روابط کا اندازہ ہو جائے گا۔ مجھے تو ان شرمناک حوالوں کے نقل کرنے سے بھی حجاب محسوس ہوتا ہے۔

۱۲ ......اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

مولانا کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخِ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔
(وصایا بریلوی، ترتیب حسنین رضا، ص ۲۴)

علماءِ اہلسنّت معصوم نہیں کہ ان سے غلطی کا صدور ہی نہ ہو سکے، اس کے ساتھ ہی ان کا خاصہ ہے کہ جب انہیں آگاہ کیا گیا تو انہوں نے توبہ اور رجوع کرنے میں عار محسوس نہیں کی بلکہ اپنی عاقبت سنوارنے کیلئے اعلانیہ توبہ سے بھی گریز نہیں کیا جبکہ دیوبندی مکتبِ فکر کے علماء نے ہمیشہ اسے اپنی اَنا کا مسئلہ بنایا اور توبہ سے گریز کیا۔

حدائق بخشش، حصہ سوم کے مرتب مولانا محبوب علی خاں کی توبہ کا ذکر گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ وصایا شریف کے مرتب مولانا حسنین رضا خاں کا بیان ملاحظہ ہو جو قہرِ خداوندی، مطبوعہ بمبئی ۱۳۵۵ھ اور ضمیمہ ایمان افروز وصایا میں چھپ چکا ہے، انہوں نے فرمایا...... اس مضمون کا عنوانِ بیان غلط شائع ہو گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب ایک وہابی تھا اس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا اور اہم کاموں میں میری مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔

اصل عبارت یہ تھی...... زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباعِ سنت کو دیکھ کر صحابہٴ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا یعنی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔

اس عبارت کو وہابی کاتب نے تحریف کر کے لکھ ڈالا مگر چونکہ میری غفلت و بے توجہی اِس میں شامل ہے اِس لئے میں مخالفوں کا احسان مانتے ہوئے کہ انہوں نے اِس عبارت پر مجھے مطلع کر دیا، (عدو شود سببِ خیر خدا خواہد) اپنی غفلت سے توبہ کرتا ہوں اور سُنّی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ وصایا شریف، صفحہ ۲۴ میں اُس عبارت کو کاٹ کر عبارتِ مذکورہ بالا لکھیں، طبع آئندہ میں اِن شاءَ اللہ اِس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

مخالفین اسکے باوجود بار بار اِس عبارت کا حوالہ دے رہے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو خود اپنی کوتاہیوں پر توبہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی کو توبہ کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں، گویا ان کے نزدیک سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک

۱۳ ......اعلیٰ حضرت نے صدیق اکبر کی شان پائی۔

شاہ احمد نورانی صاحب کے والد صاحب نے اعلیٰ حضرت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا، سوانحِ اعلیٰ حضرت، صفحہ ۱۴۸:۔

عیاں ہے شانِ صدیقی تمہارے صدق و تقویٰ سے
کہوں کیوں کر نہ اتقیٰ جبکہ خیرالاتقیاء تم ہو

(پمفلٹ)

اس شعر کا مطلب سوائے اِسکے کچھ نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی صدق وتقویٰ میں شانِ صدّیقی کے مظہر ہیں، یہ سراسر غلط بیانی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے صدیق اکبر کی شان پائی۔

محمد جعفر تھانیسری، سید احمد بریلوی کے دو خلیفوں مولوی عبدالحی صاحب اور مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں...... یہ دونوں بزرگ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مانند آپ کے یارِ غار اور جانثار تھے۔

(حیاتِ سید احمد شہید، نفیس اکیڈمی، کراچی، ص ۲۹۵)

دونوں بزرگ تو شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مانند ہوئے، خود سیّد صاحب کس کی مانند ہوئے، خود ہی سوچ لیں۔

یہی تھانیسری صاحب، سیّد صاحب کی شان میں ایک قصیدہ نقل کرتے ہیں جس میں یہ اشعار بھی ہیں ؎

صدق میں ثانی اثنین کی مانند قوی — جد اور جہد میں اسلام کے ثانی عمر
شرم میں حضرتِ عثمان سا جوں بحرِ حیا — اور صف جنگ میں ہم طرز علی صفدر

(حوالۂ مذکورہ، ص ۱۶۳)

کہہ دیجئے کہ اِن اشعار کا مطلب یہ ہے کہ سیّد صاحب نے خلفاءِ راشدین کی شان پائی ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی وفات پر مولوی محمود حسن صاحب کا مرثیہ پڑھئے، صاف معلوم ہو جائے گا کہ مبالغہ اور غلوِ مذموم کے مراتب کس طرح طے کئے گئے ہیں، چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں ؎

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا — اِس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابنِ مریم

(مرثیہ: مطبع بلالی ساڈھورہ، ص ۳۳)

انصاف سے بتائیے کہ کیا یہ کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج نہیں ہے؟ ؎

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں عَبید سُود کا ان کے لقب ہے یوسفِ ثانی

(ص ۱۱)

جس کے کالے کلوٹے غلاموں کا لقب یوسفِ ثانی ہو اس کے گورے چِٹے غلاموں اور خود اس کا کیا مقام ہوگا؟ کیا یہ حضرتِ یوسف علیہ السلام کی بارگاہ میں گستاخی نہیں ہے؟ ؎

وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت تھی ہستی گر نظیر ہستی محبوبِ سبحانی
وہ تھی صدیق اور فاروق پھر کہیے عجب کیا ہے شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی

(ص ۱۶)

قسم ہے آپ کو ربِّ ذوالجلال کی! اِنصاف و دیانت سے بتایئے کہ گنگوہی صاحب کو صاف لفظوں میں صدیق اور فاروق نہیں کہا گیا؟ جب انسان دین اور دیانت کو خیر باد کہہ دیتا ہے تو اسے دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے، اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔

مدرسہ دیوبند کے مدرسِ اوّل مولوی محمود حسن صاحب نے مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں ایک اور قصیدہ لکھا ہے اِس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جنہیں پڑھ ایک مسلمان کا دل لرز اُٹھے ؎

سامریانِ زمانہ سے بچایا دیں کو میں تو کہتا ہوں کہ ہیں موسیٰ عمراں دونوں

(قصیدۂ مدحیہ: بلالی پریس ساڈھورہ، ص ۲)

دیکھیں کس جرأت اور بے باکی سے دونوں کو موسیٰ عمران، مسیحائے نساں اور یوسفِ کنعاں کہا جارہا ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ من ذٰلک

وہ تناسب کہ تھا مابین خلیل و خاتم رکھتے عیسیٰ سے ہیں یہ مہدیٔ دوراں دونوں

(ص ۲)

یعنی یہ دونوں مہدیٔ دوراں ہیں، حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہیں اور جو تناسب سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء، حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان تھا وہی ان دونوں کے درمیان ہے، دل تھام کر بتایئے کہ ان اشعار کو گستاخی کے کس درجہ میں قرار دیں گے؟

۱۴ - ۱۵ ......آخر میں تجانب اہلسنّت اور مسلم لیگ کی زرّیں بخیہ دری کے حوالے سے علامہ اقبال اور قائداعظم کے بارے میں چند عبارات نقل کرکے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ یہ کتابیں چند حضرات کی ذاتی وانفرادی رائے پر مبنی ہیں، جمہور سوادِ اعظم اہلسنّت وجماعت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، چند افراد کی ذاتی رائے کی ذمہ داری پوری جماعت پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی مدظلہ اپنے ایک مکتوب تحریر کردہ ۲۹/اکتوبر ۱۹۸۴ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

تجانب اہل السنہ کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابلِ اعتماد نہیں ہے لہٰذا اہلسنّت کے مسلمات میں اِس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے، سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہوچکی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے ذِمہ دار نہیں۔ (سیّد احمد سعید کاظمی)

یاد رہے کہ یہ بعض حضرات اگر مسلم لیگ سے اختلاف رکھتے تھے تو انہیں کانگریس سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ کانگریس کے بھی شدید ترین مخالف تھے، اس کے برعکس علماءِ دیوبند کی اکثریت نہ صرف مسلم لیگ کی مخالف تھی بلکہ کانگریس کی کٹر حامی تھی۔

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مقدمہ اکابرِ تحریک پاکستان از جناب سیّد محمد فاروق القادری اور تحریکِ پاکستان اور نیشنلسٹ علماء از چوہدری حبیب احمد اور علامہ اقبال اور پاکستان از جناب راجا رشید محمود۔

جہاں تک علماءِ اہلسنّت کا تعلق ہے انہوں نے من حیث الجماعت تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں صَرف کردی تھیں اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس، بنارس ۱۹۴۶ء تحریکِ پاکستان کیلئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:۔

☆ خطباتِ آل انڈیا سُنّی کانفرنس ...... مولانا جلال الدین قادری

☆ تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم ...... پروفیسر محمد مسعود احمد

☆ اکابرِ تحریکِ پاکستان، دو جلد ...... محمد صادق قصوری